حضرت مولانا عبد السلام بھٹوی
استاذ جامعہ محمدیہ۔ گوجرانوالہ

تجدید حنفیت کیلئے احناف کی کاوشیں

حضرت مولانا حافظ عبد السلام بھٹوی جامعہ محمدیہ کے فاضل مدرس اور وسیع المطالعہ فوجوان ہیں۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر ان کی وسیع نظر ہے۔ رجال پر انہیں عبور و استحضار ہے۔ موصوف نے ترجمان الحدیث سے مستقل قلمی تعاون کا وعدہ فرما لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کہہ کر اپنے نازل کردہ ذکر کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا۔ اسے نہایت معجزانہ طریقے سے پورا فرمایا۔ ذکر کا جو حصہ وحی جلی (قرآن مجید) کی صورت میں ہے۔ اس کی حفاظت اس طرح فرمائی کہ صحابہؓ کے زمانے سے لے کر ہمیشہ کے لیئے اپنی کتاب کی محبت اور اس کے حفظ کا شوق دلوں میں رکھ دیا۔ اور اپنی کتاب کو اتنا آسان فرما دیا۔ کہ بچے جوان، بوڑھے سب اسے یاد کر سکتے ہیں۔ اور عربی اور عجمی سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور جو حصہ وحی خفی (حدیث) کی صورت میں ہے۔ اس کی حفاظت کے لیئے ہر دور میں ایسی برگزیدہ ہستیوں کو مقرر فرمایا جنہوں نے اس فریضہ کا حق ادا کر دیا۔ علم حدیث حاصل کرنے کے لیئے ہزاروں میلوں کے سفر کیئے۔ روایان حدیث کی عدالت وضبط معلوم کرنے کے لیئے لاکھوں آدمیوں کی زندگی کے حالات کو ضبط کیا۔ اتصال معلوم کرنے کے لیئے ان کے سنین ولادت ووفات، مختلف شہروں کی طرف ان کی رحلت اور مختلف اساتذہ سے ان کی ملاقات یا عدم ملاقات کا پتہ چلایا اور اسے قلم بند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کذب جلی و خفی کے تمام رخنے بند کرنے کے لیئے قرآن وسنت سے استنباط کر کے قواعد وضع کیئے۔ جو اصول حدیث کے نام سے موسوم ہیں۔ غرض علمائے امت نے یہ ایسا محیر العقول کارنامہ سرانجام دیا کہ غیر مسلم قوموں کے اہل نظر بھی معترف ہیں۔ کہ مسیحی اور یہودی حضرات اپنے اپنے پیغمبر کے ایک فرمان کی حفاظت بھی اتنے مضبوط اور محکم طریقے سے نہیں کر سکے۔ جس طریقے سے مسلمانوں نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں فرامین واحوال کی حفاظت کی۔

فقہ اہل حدیث

اس مبارک جماعت کا دوسرا کارنامہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے جہاں قرآن و حدیث کے دلائل جمع کیئے وہاں زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے لیئے ان دلائل سے احکام کا استنباط بھی کیا۔ انہوں نے اپنی محنت سے ثابت کر دیا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی موجود ہے۔ کمی ہے تو جستجو کی۔ صحابہؓ کے مختلف شہروں میں پھیل جانے اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف شہروں میں منتشر ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ ہر مسئلہ میں حدیث کی تلاش نہایت مشکل کام تھا۔ مگر طلبِ حدیث کے لیئے ہمارے تصور سے بھی زیادہ دشوار حالات میں ہزاروں میلوں کے سفر طے کر کے اور اپنی زندگیاں اس مقدس مشن میں کھپا کر انہوں نے بظاہر ناممکن کام کو ممکن بنا دیا چنانچہ ہر مسئلہ میں پہلے حدیث کی تلاش اور پھر فتویٰ ان حضرات کا منتہائے نظر رہا ہے۔ یہ جب مسئلہ بتاتے ہیں تو ساتھ دلیل بھی بیان کرتے ہیں۔ حدیث بیان ہی اس طرح کرتے ہیں۔ کہ اس سے نکلنے والے مسائل بھی معلوم ہو جائیں۔ حضرت امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، محمد بن اسماعیل بخاریؒ، مسلمؒ، ابو داؤدؒ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دار قطنی، بیہقی، دارمی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، سعید بن منصور وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، غرض کس کس کا نام لیا جائے کوئی آفتاب ہے تو کوئی ماہتاب ان کے فہم میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر اصل کے لحاظ سے سب ایک ہیں۔ ان کا نام اہل حدیث اور ان کی فقہ فقہ الحدیث کہلاتی ہے۔ یہ نہ تو ایسے حدیث جمع کرنے والے ہیں جنہیں پتہ ہی نہیں کہ حدیث سے مسئلہ کیا نکلتا ہے۔ اور نہ ہی یہ ایسے مسئلہ بتانے والے ہیں۔ جو مسئلہ تو بتاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں بتاتے کہ ہم نے یہ کہاں سے نکالا ہے۔ گویا یہ ایسے (پنسار اور دوا فروش) ہیں۔ جنہیں اپنے دواخانہ کی ایک ایک دوا کی افادیت کا بھی علم ہے۔ اور ایسے طبیب (حکیم) ہیں۔ جو اپنے مریضوں کو اندھیرے میں رکھنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ اسے دوا دے کر اس کے اجزاء بھی بتا دیتے ہیں تاکہ وہ خود بھی غور کر سکے اور دوسرے طبیبوں سے بھی مشورہ لے سکے یہ نہیں کہ طبیب نے پسا ہوا سفوف دے دیا۔ جس کے اجزاء اگر وہ معلوم کرنا چاہے۔ تو اسے لیبارٹری والوں کا محتاج ہونا پڑے جو محض ظن و تخمین کی بنا پر اس کے اجزاء کی تعین کرتے پھریں۔ یقین سے دوا کا ایک جزو بھی نہ بتا سکیں۔ مریض اس بات پر ہی خوش ہے۔ کہ میرا طبیب بڑا لائق ہے۔ خواہ طبیب نے اسے غلطی سے سم الفار کی پڑیہ ہی دے دی ہو۔ طبیب بے شک نیک نیت تھا۔ مگر غلطی کا خمیازہ بہرحال مریض کو بھگتنا پڑے گا۔

آپ صحیح بخاری اور دوسری کتب احادیث اٹھا کر دیکھیں یہاں حدیث بھی جمع ہے۔ ہر حدیث کے ساتھ استنباط مسائل (فقہ) بھی ہے۔ بلکہ استنباط کی مشق بھی ساتھ ساتھ کروائی جاتی ہے۔ گویا یہ محدث بھی ہیں مجتہد بھی اور مجتہد گر بھی جن کے مطالعے سے بے شمار مجتہدین مثلاً داؤد ابن علی، ابن حزم ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن قدامہ، عزبن عبدالسلام، ابن حجر، شوکانی۔ نواب صدیق حسن خان وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔ اور اب بھی یہ کتابیں ہر مطالعہ کرنے والے کو فنِ حدیث سکھاتی ہیں اور اجتہاد کا سلیقہ بھی۔ ان کا مطالعہ کرتے ہوئے کبھی اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بدگمانی پیدا نہیں ہوتی۔ کہ اس نے قرآن و حدیث کو سمجھنے اور ان سے مسائل کے استنباط کا دروازہ فلاں صدی کے بعد بند فرما دیا ہے۔

فقہ اہل الرآی ایک طرف یہ محنت شاقہ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف بعض شہروں میں رہنے والے کچھ لوگوں نے اس محنت کی بجائے ایک دوسری راہ اختیار کی چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

وذالك انه لم يكن عندهم من الاحاديث والآثار ما يقدرون به على استنباط الفقه على الاصول التى اختارها اهل الحديث ولم تنشرح صدورهم للنظر فى اقوال علماء البلدان وجمعها والبحث عنها وكانوا اعتقدوا فى ائمتهم انهم فى الدرجة العليا من التحقيق وكان قلوبهم اميل شئ الى اصحابهم كما قال علقمة: هل احد منهم اثبت من عبد الله؟ وقال ابوحنيفة: ابراهيم افقه من سالم ولولا فضل الصحبة لقلت علقمة افقه من ابن عمر‘ وكان عندهم من الفطانة والحدس وسرعة انتقال الذهن من شى ما يقدرون به على تخريج جواب المسائل على اقوال اصحابهم۔ رحجتہ اللہ البالغہ ص۱۵۲ ج۱)

ترجمہ: وہ یہ کہ ان کے پاس اس قدر احادیث و آثار موجود نہ تھے جن سے وہ ان اصولوں کے مطابق فقہ کے استنباط پر قادر ہو سکیں جو اہلِ حدیث نے اختیار فرمائے تھے۔ اور دوسرے شہروں کے علماء کے اقوال میں غور و فکر، ان کی جستجو اور انہیں جمع کرنے کے لیے انہیں شرح صدر نہ تھا۔ اور اس (کار دشوار) میں انہوں نے اپنے آپ کو متہم سمجھا اور وہ اپنے علماء کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ وہ تحقیق کے درجہ عُلیا پر فائز

ہیں۔ اور ان کے دل اپنے اصحاب کی طرف بہت زیادہ مائل تھے۔ جیسا کہ علقمہؒ نے فرمایا کیا ان (صحابہؓ) میں عبداللہؓ سے زیادہ بھی کوئی (علم میں) پختہ ہے۔ اور ابو حنیفہؒ نے فرمایا "ابراہیمؒ، سالمؒ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور اگر صحابیؓ ہونے کی فضیلت نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ علقمہؒ ابن عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہیں" اور ان لوگوں کے پاس فطانہ، حدس اور ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف سرعۃ انتقال کی ایسی صلاحیت تھی کہ جس کے ساتھ وہ اپنے اصحاب کے اقوال کے مطابق سوالات کے جوابات کی تخریج کی قدرت رکھتے تھے۔

ان لوگوں کے ہاں کمال یہ تھا کہ حقیقی پیش آمدہ واقعات ہوں یا فرضی مسائل، سب کا جواب اپنی ذہانت اور فطانت سے اپنے اساتذہ کے کلام سے تخریج کر کے دیں۔ پھر ان اقوال وجوابات کے مجموعے تیار ہو گئے۔ جن کے ساتھ دلائل حدیثیہ ذکر نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اپنے اساتذہ کی لیاقت پر ہی اعتماد ہی اصل دلیل تھی۔ پھر قرون خیر کے دور ہونے کے ساتھ ساتھ سلاطین وخلفاء نے اپنی مصلحتوں کے لیئے ان اقوال اور اصحاب اقوال کو بزور حکومت تمام اسلامی قلم رو پر مسلط کر دیا۔ یہ لوگ اہل الرآی اور ان کی فقہ فقہ اہل الرآی کہلاتی ہے۔

فقہ اہل الرآی کے لیئے دلائل کی تلاش

جب کچھ زمانہ گذرا تو بعد میں آنے والوں نے اپنے علماء کے اقوال کے دلائل کی تلاش شروع کی مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا "وعبدم قیل ارجعوا ورائکم فالتمسوا" کی صدا آرہی تھی حریفوں نے اپنی بات دلیل سے بیان کی تھی۔ اس کا وزن بہر حال مسلم تھا۔ اور یہاں اپنوں کا ترتیب دادہ کوئی جامع مجموعہ حدیث ہی نہ تھا۔ جس سے دلیل پیش کر سکیں۔ یہ الگ بات کہ حریف اتنے دیانت دار تھے۔ کہ انہوں نے وہ دلائل بھی (صحیح ہوں یا ضعیف) جمع کر دیئے۔ جن سے اہل الرآی استدل کرتے ہیں اہل الرآی نے اہل حدیث کے مدون کردہ مجموعوں سے اپنے دلائل جمع کیئے۔ مگر ہر بات کی دلیل نہ مل سکی۔ کیونکہ اس کا وجود ہی نہ تھا۔ چنانچہ اس میدان میں اپنی بے بضاعتی کے اعتراف کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ رہا۔ چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیری سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند کے صاحب زادے سید انظر شاہ مسعودی اپنے والد محترم کی سوانح حیات "نقش دوام" میں لکھتے ہیں۔

یہ عجیب تاریخ کا راز ہے۔ جس کی وجوہ وعلل کا دریافت تاریخ کا سب سے بڑا انکشاف ہوگا۔

کہ حدیث کے بیش تر وہ مجموعے جو آج ہمارے کتب خانے کی زینت ہیں۔ غیر حنفی قلم سے ان کی جمع و ترتیب ہوئی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس مہم میں حنفی مکتبِ فکر بھرپور شرکت کیوں نہیں کر سکا عجب نہیں کہ یہ پامال اعتراض کہ ابو حنیفہ الامام حدیث سے نابلد و ناواقف تھے۔ ان شبہات و شکوک میں اس سے بھی مدد لی جا رہی ہو کہ احناف تدوینِ حدیث کے کاروبار میں پس ماندہ ہیں۔ اگرچہ متاخرین کی کی کاوشیں اس خلجان کے لیئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑتیں تاہم اسباب کچھ بھی ہوں۔ پھر بھی اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حدیثی مجموعوں میں احناف کی تالیفی دستاویزات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان کی تمام تر توجہ اور زور قلم فقہ کی تعمیر، استخراج مسائل، نت نئی جزئیات، حوادث و فتاوی کی ترتیب و تدوین پر ہی رہی "۔ نقشِ دوام صفحہ ۱۷۶ - ۱۷۵

مزید ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے۔ کہ چار فقہی مکاتیب نظر وجود پذیر ہوئے۔ تو حضرات شوافع کی علمی جمعیتیں احادیث کی جمع و ترتیب میں مصروف رہیں چنانچہ آج عالمِ اسلام کی کوئی بھی درسگاہ ایسی نہیں جس میں یہی حدیثی مجموعے زیرِ درس نہ ہوں۔ مالک علیہ الرحمۃ کے قلم مبارک سے ان کا مشہور موطا مالکی فقہ کے لیئے آج اساسی کتاب ہے۔ احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کا مسند حنابلہ کے لیئے کافی و شافی ہے۔ احناف ہی ایک ایسا فقہی اسکول ہے جس کے پاس خود کسی حنفی امام کی نیار تالیف نہیں۔ امام محمد علیہ الرحمۃ کا موطا اور امام طحاوی کی معانی الآثار ثانوی درجہ میں داخل کی گئیں۔ اور خود احناف ان سے وہ استفادہ نہ کر سکے جس کی یہ دونوں کتابیں مستحق تھیں۔ تاریخی اعتبار سے اس کے کچھ علل و اسباب ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں "۔ نقش دوام صفحہ ۳۰۸

ان دونوں کتابوں کو احناف کے ہاں کوئی قابلِ ذکر مقام نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ موطا تو بنیادی طور پر امام مالک کی تصنیف ہے۔ جو امام محمد نے ان سے روایت کی اور اس میں چند آثار و احادیث اپنے دوسرے اساتذہ کے بھی شامل کر دیئے۔ تفصیل کے لیئے دیکھئے بستان المحدثین و دیگر کتب۔ رہ گئے امام طحاوی تو وہ واقعی حدیث کی تدوین میں شریک ہوئے۔ اور اپنی طرف سے پوری کوشش، اثباتِ حنفیت کی۔ مگر محدث ہونے کی وجہ سے اس خود سپردگی کا مظاہرہ نہ کر سکے جس کی توقع ایک مکمل حنفی سے کی جاتی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اثباتِ حنفیت کو اپنا مقصد بنا لینے کی وجہ سے محدثین (جو ہر تعصب سے آزاد ہو کر حدیث کے خادم تھے) کے ہاں بار پا سکے اور نہ احناف نے ہی انہیں پوری طرح قبول کیا۔ چنانچہ داخلِ درس ہونے کے باوجود حنفی اساتذہ و طلبا کی دلچسپی اس کتاب کو حاصل

نہ ہو سلی۔

نقش دوام میں لکھا ہے۔

"امام طحاوی کی اس معرکۃ الآراء تصنیف سے خود حنفیہ کے حلقہ میں جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ اس پر علامہ مرحوم کی بے چینی اور تاسف واضح کر چکا ہوں یہ تو بار بار فرماتے تھے۔ کہ موالک نے طحاوی سے جس قدر فائدہ اٹھایا احناف اس سے محروم رہے۔ اور خود غریب طحاوی حنفیت کی وکالت و دفاع میں ہدف ملامت بن کر رہ گئے۔ پچھلے دنوں دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں حضرات مدرسین کی مقدار اسباق زیر بحث تھیں۔ طحاوی کی مقدار بہت کم رہی تو اراکین شوریٰ اس پر تاسف کا اظہار کر رہے تھے۔ مولانا مفتی عتیق الرحمان جو طویل و تلخ بحثوں کو لطائف میں اڑانے کے مشاق تھے۔ بولے کہ "بھائی! ہمارے حضرت (مولانا انور) شاہ صاحب فرماتے تھے۔ کہ جعفر کے ابا کے ساتھ کسی نے انصاف نہیں کیا۔ (ابو جعفر امام طحاوی کی کنیت ہے۔) اس ظلم کو بھی کہ طحاوی کی مقدار کم ہو گئی ہے۔ مصالم علی الطحاوی میں شمار کرو۔ بات آئی گئی ہو گئی"۔ حاشیہ نقش دوام ص۱۷۶

دلائل کی کمی پوری کرنے کے لیئے احناف کی کاوشیں

جمع و تدوین حدیث کا میدان مکمل طور پر اہل حدیث کے ہاتھ میں ہونے کے باوجود متاخرین حنفیہ نے اپنی اس کمی کو دور کرنے کے لیئے حد سے زیادہ محنت کی۔ مگر اس ساری تگ و دو میں خدمت حدیث کے جذبہ کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل مقصد حنفی مذہب کو حدیث کے مطابق ثابت کرنا ہے۔

چنانچہ اس مقصد کے لیئے حضرات احناف نے کئی طریقے اختیار فرمائے ہیں۔

۱۔ دورۂ حدیث

اپنے مدارس میں آٹھ سال تک فقہ حنفی پڑھا پڑھا کر ذہنوں میں حنفیت پختہ کرنے کے بعد ایک سال میں حدیث کے چھ ضخیم مجموعوں سے کو گزار جاتا ہے۔ اور شیخ الحدیث کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ بتاتے کہ یہ حدیثیں ہمارے مخالف ہیں اور ہم ان کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔ اگر کوئی چاہے کہ اپنی آنکھوں کے ساتھ ان حلقہ ہائے درس میں شیوخ حدیث کی حنفیت کے اثبات کی جد و جہد کو دیکھے تو وہ ان کی وہ تقاریر پڑھے جو ترمذی بخاری اور دوسری کتب حدیث کے دروس میں تلامذہ نے قلم بند کی ہیں۔ مثلاً تقریر ترمذی للشیخ محمود الحسن، فیض الباری وغیرہ نیز یاد ایام ۔۔ ہیں اوجز المسالک کے مصنف ۔ بذل المجہود کے

معاون مصنف اور مشہور تبلیغی نصاب کے مصنف مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نے اپنے والد صاحب کا (جن سے انہوں نے حدیث پڑھی) قانون تعلیم بیان فرماتے ہیں۔

"قانون تعلیم یہ تھا کہ ہر حدیث کے بعد یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف اگر خلاف ہے تو حنفیہ کی دلیل اور حدیث پاک کا جواب۔ یہ تمام گویا حدیث کا جزو لازم تھا۔ جو میرے ذمہ تھا۔ اپنی دلیل نہ بتانا تو یاد نہیں۔ اس لیئے کہ ہدایہ اور اس کی شروح وحواشی اور فقہ کی دوسری کتابیں دیکھنے کی نوبت کثرت سے آتی رہتی تھی۔ البتہ حدیث کا جواب کبھی کبھی نہیں دے سکتا تھا۔ تو وہ خود بتاتے تھے" صفحہ ۲۳ "یادِ ایام"

تقریباً یہی قانون تمام مدارس احناف میں جاری وساری ہے۔

جہاں تربیت ہی یہ ہو کہ حنفیہ کی بات کسی صورت نہ ٹوٹنے پائے۔ حدیث پاک خلاف آتی ہے۔ تو ہر طرح اس کا جواب ہونا چاہیے۔ وہاں حدیث کی محبت وحمایت کا ذوق وجذبہ جس قدر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیئے کسی لمبے چوڑے غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ تعجب یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو نہ یہ کہنے کی توفیق ہوتی ہے کہ حنفیہ کا مسلہ حدیث پاک کے موافق ہے یا خلاف۔ نہ یہ لینے میں کوئی باک محسوس ہوتا ہے۔ کہ حدیث حنفیہ کے موافق ہے یا خلاف؟

۲۔ حنفی مذہب کے اثبات کے لیئے مجموعہ ہائے احادیث مرتب کرنا

سید انظر شاہ نقشِ دوام میں لکھتے ہیں۔

"بہرحال یہ ایک کمی وکوتاہی تھی۔ جس کے تدراک کے لیئے متاخرین احناف ہمیشہ متوجہ رہے حضرت مولانا تھانوی نے اپنی زیرِ نگرانی "اعلاء السنن" کئی جلدوں میں تیار کروائی جس میں ان احادیث کو ایک خاص ترتیب سے جمع کیا گیا جس سے حنفی فقہ کی تائید وتصویب حاصل ہو۔ بہار کے مشہور عالم مولانا ظہیر الحسن شوق نیموی نے دو جلدوں میں آثار السنن کے نام سے ان احادیث کو یکجا کیا جو فقہ حنفی کی موید ہیں" صفحہ ۲۰۹-۲۰۸ ان کے علاوہ بھی مختلف مجموعے اس مقصد کے لیئے مرتب کیئے گئے۔

ان کتابوں میں مقصد چونکہ بہرحال حنفی مذہب کو ثابت کرنا ہے۔ اس لیے احوالِ حدیث اور رجال کی بحث میں اپنے اور پرائے کے لیئے الگ الگ پیمانے استعمال کیئے گئے ہیں۔ اگر

کسی اصول سے حنفی مذہب کا اثبات ہوتا ہے۔ تو وہ اجماعی قرار پاتا ہے۔ اور اگر اسی اصول سے دوسرے مقام پر حنفیت کی تردید ہوتی ہے۔ تو اس کو غلط ثابت کرنے کے لیئے پورا زورِ قلم صرف کیا جاتا ہے۔ ایک ہی راوی کی حدیث اپنے حق میں ہو تو وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہے اور اگر اس کی حدیث اپنے خلاف ہو۔ تو وہ کذّاب اور دجّال من الدجاجلہ ہے۔ وللتفصیل موضوع آخر اگر رجال اور اصول پر بصیرت رکھنے والا کوئی شخص یہ کتابیں پڑھے تو اس تلون پر حیرت زدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ؎

اپنا بنا لیا کبھی بیگانہ کر دیا　　یہ دھوپ چھاؤں حسب ضرورت بھی خوب ہے

۳۔ کتب حدیث کی شروح وحواشی

کتب حدیث کے مصنفین اور شارحین کے اہل حدیث ہونے کی وجہ سے کتب حدیث پڑھاتے وقت طلبہ کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔ اس کے لیئے تقریباً تمام کتب حدیث کے حواشی حنفی نکتہ نظر سے لکھے گئے اور حنفی ناشرین نے بڑی محنت سے شائع کیئے۔ اس سے صورتِ حال یہ ہو چکی ہے۔ کہ حدیث کا متن کچھ کہتا اور حاشیہ کچھ اور ہی باور کرانے کی کوشش میں ہے۔ بظاہر حاشیہ حل کتاب کے لیئے مگر پڑھیں تو ثابت ہوتا ہے کہ رد کتاب کے لیئے ہے۔ صحیح بخاری پر مولانا سہارنپوری کا حاشیہ اس کی بیّن مثال ہے۔ اس طرح موطا، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکواۃ پر حنفی علماء کے حواشی دراصل متون حدیث کی تردیدی کاوشیں ہیں۔

اسی طرح کتب حدیث کی ان شروح کی جگہ جو اہل حدیث نے لکھی تھیں۔ حنفی نکتہ نظر سے شروح لکھی گئیں۔ عمدۃ القاری للعینی، فتح الملہم، بذل المجہود، اوجز المسالک، مرقاۃ اسی نظریہ کی پیداوار ہیں۔ مشکواۃ کی مشہور شرح مرقاۃ کے مصنف نے تو سبب تصنیف میں لگی لپٹی رکھے بغیر لکھا ہے۔

وایضا من البواعث ان غالب الشراح کانوا شافعیۃً فی مطلبھم وذکروا المسائل المتعلقۃ بالکتاب علی منھاج مذھبھم واستدلوا بظواھر الاحادیث علی مقتضی مشربھم وسموا الحنفیۃ اصحاب الرای علی ظن انھم ما یعملون بالحدیث بل ولا یعلمون الروایۃ والتحدیث ـــــ الی قولہ ـــــ فاحببت ان اذکر ادلتھم وابین مسائلھم وادفع منھم مخالفتھم لئلا یتوھم العوام الذین لیس لھم معرفۃ بالادلۃ

الفقہیۃ ان المسائل الحنفیۃ تخالف الدلائل الحنفیۃ ۔

(مرقاۃ ص۳، ج ۱، طبع امدادیہ)

ترجمہ ۔ تصنیف کا ایک باعث یہ بھی ہے ۔ کہ اکثر شارحین اپنے مطلب میں شافعی تھے اور انہوں نے کتاب سے متعلقہ مسائل کو اپنے مذہب کے طریق پر ذکر کیا اور احادیث کے ظواہر سے اپنے مسلک کے فہم پر استدلال کیا اور حنفیہ کا نام اہل الرائے رکھا اس گمان پر کہ یہ لوگ حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ روایت اور حدیث بیان کرنے کا انہیں علم ہی نہیں ــــــ الی قولہ ــــــ تو میں نے پسند کیا کہ میں ان کے دلائل ذکر کروں ان کے مسائل واضح کروں اور لوگوں کی مخالفت ان سے دور کر دوں تاکہ عوام جنہیں ادلہ فقہیہ کی معرفت نہیں اس وہم میں نہ پڑ جائیں کہ حنفیہ کے مسائل ملت حنیفی کے دلائل کے خلاف ہیں ۔"

فرمائیے جب کتب حدیث کی شرح میں نیت ہی حنفی مسائل کی ہر طرح وکالت اور ان کا دفاع ہو وہاں حدیث کی جتنی بھی لمبی چوڑی شرح لکھی جائیں ۔ ان کا مقصد خدمت حدیث ہو گا ۔ یا خدمتِ حنفیت ؟ اور عجیب بات یہ ہے ۔ کہ اپنے سوا سب لوگوں کو یہ حضرات شوافع قرار دیتے ہیں ۔ خواہ وہ آئمہ اہلحدیث میں سے کسی سلسلۂ تلمذ سے تعلق رکھتے ہوں ۔

۴ ۔ کتب حدیث کی طباعت

حدیث کی متداول اور عام ملنے والی کتابوں میں حنفیت کی تائید کا مواد نہایت کم ہونے کی وجہ سے حدیث کے ان مجموں کی اشاعت و طباعت کی ضرورت محسوس کی گئی ۔ جن میں ان حضرات کے خیال کے مطابق حنفیت کی تائید کے لیئے مواد موجود ہے ۔ چنانچہ مولانا انور شاہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے ۔

" مسند عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ کی احادیث حنفیہ کے لیئے خاص طور پر مفید ہیں ۔ ہر دو کتب کی اشاعت کی خصوصی تمنا فرماتے اب دونوں کتابیں مجلس علمی کی کوششوں سے طبع ہو گئیں ۔" (نقشِ دوام صفحہ نمبر ۱۷۸)

اللہ کی شان دیکھیئے جس ابن ابی شیبہ نے اپنی " مصنف " میں ایک مستقل کتاب " الرد علی

ابی حنیفہ،، کے نام سے لکھی اور دلائل کے ساتھ ان کی رائے کا احادیث کے خلاف ہونا واضح فرمایا۔ ابو حنیفہ کے مقلدین اپنے امام کے لیئے دلائل کی دریوزہ گری کے لیئے اسی ابن ابی شیبہ کی کتاب کی طباعت کی تمنا کرتے ہیں۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت حدیث کے اہتمام کی ایک عجیب صورت تھی۔ کہ اس نے ایسے ہاتھوں سے یہ کام انجام دلایا جن کو اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں نظر نہ آئیں تو وہ ان مجموعوں کا وجود بھی بمشکل برداشت کرتے۔

تنبیہ :۔ مصنف ابن ابی شیبہ مکمل طبع نہیں ہوئی تھی۔ صرف چند اجزا طبع ہوئے تھے اب ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کے مولانا مختار احمد ندوی اور انکے ساتھیوں کی محنت سے مکمل کتاب چھپ چکی ہے۔

بعض کتب احادیث اس لیئے طبع کی گئیں کہ ان کے ساتھ ان کا رد بھی شامل کر دیا جاتے تاکہ حنفیت کو پہنچنے والا ضرر کم ہو سکے۔ مثلاً سنن بیہقی کے ذیل میں الجوہر النقی شائع کی گئی۔ اب اگر اشاعت حدیث ہی مقصد ہوتا تو صرف اصل کتاب قاری کے سامنے آنا قابل برداشت ہوتا مگر ساتھ رد شائع کرنے سے ظاہر ہے۔ کہ مطلب سعدی اشاعت حدیث نہیں کچھ اور ہے۔

دائرۃ المعارف نے بے شک اشاعت کتب حدیث کی عظیم خدمت سرانجام دی۔ مگر اصل غایت کے بنایت محدود ہونے نے اس عظیم الشان خدمت کو بھی داغ دار کر دیا۔

بعض اداروں میں اشاعت کتب حدیث کے وقت مذہب کے مطابق بعض مقامات پر الفاظ میں تحریف و تبدیل کی گئی۔ اور بعض مقامات پر خلاف مطلب الفاظ کو حذف کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل آپ کو حضرت مولانا سلطان محمود صاحب حفظہ اللہ کی کتاب نعم الشہود اور مولانا محمد اشرف سندھو مرحوم کی کتاب نتائج التقلید میں ملے گی۔

۵۔ اصول حدیث اور فن رجال کی بیخ کنی

علماء احناف کے ہاں اپنے اصحاب کے خلاف احادیث احادیث کو ماوّل یا منسوخ قرار دینے کی روش عام ہے۔ جیسا کہ کرخیؒ نے اپنی "اصول،، میں اس کی صراحت بھی کی ہے۔ کہ ہمارے اصحاب کے خلاف جو آیت یا حدیث آئے وہ یا ماوّل ہے یا منسوخ! لیکن جب مقابلے میں ایک سند صحیح کے ساتھ ثابت ہو۔ ائمہ حدیث

اس کی صحت پر متفق ہوں، نسخ کی بنیاد ہی موجود نہ ہو۔ تاویل کو عقل سلیم قبول نہ کرتی ہو۔ اور اپنی تائید میں ایسی ضعیف روایت کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ جو باتفاق محدثین غیر ثابت ہو۔ وہاں اپنے اہل حلقہ کو تو نسخ یا تاویل کے گول مول دعوئی سے خاموش کروایا جا سکتا ہے۔ لیکن تمام دنیا بادشاہ کے خوف سے ننگے کو ننگا نہ کہے یہ بات مشکل ہے۔ اس مقام پر حل مشکل کے لیئے آخری دور کے احناف نے نہایت خطرناک اقدام کیا۔ چنانچہ انہوں نے متفقہ اصول حدیث کو بدلنے بلکہ اُسے ناقابل اعتماد ٹھہرانے کی کوشش کی۔ اس بات سے بے پرواہ ہو کر کہ ایسا کرنے سے وہ منکرین حدیث کے اعتراضات کا جواب دینے کے قابل بھی رہیں گے یا نہیں؟ وہ فن رجال جس پر احادیث کی صحت وضعف کا مدار ہے۔ جو احادیث کی حفاظت کے لیئے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔ اور جس فن کی سطوت وہیبت کے مقابلے میں غیر مسلم بھی اپنی تاریخ نویسی اور تحقیق کے معیار کو حقیر محسوس کرتے ہیں اس فن رجال کو ایسے بے رحم طریقے سے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس کی روسے کوئی شخص نہ ضعیف کو ضعیف کہنے کی جرأت کر سکے نہ صحیح کو صحیح کہنے کی۔ اس کے لیئے استخفاف و استہزاء سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولانا انور شاہ کے متعلق ان کے فرزند ارجمند "نقش دوام" میں لکھتے ہیں۔

اختلافی حدیثوں کے بارے میں شوافع کے یہاں "اصح مافی الباب" (یعنی اس باب میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہ ہے) کا جو ترجیحی طریقہ جاری ہے۔ اس کا جب کبھی ذکر آتا تو فرماتے کہ لیجیئے شوافع نے "پٹھے ٹٹولنے" کا کام شروع کر دیا۔ اس علمی لطیفہ کی دلچسپ تفصیل فاضل گیلانی سے سنیئے۔ لکھتے ہیں کہ "اسماء الرجال کی کتابوں کو اٹھا کر راوی پر جرح کر کے مخالف کی حدیث کو ناقابل لحاظ بنا دینا اور صرف رجالی رجسٹروں کی مدد سے کسی روایت کو ترجیح دینا اور آثار صحابہ، قرآنی آیات کے اقتضاء اور اسلام کے کلی قوانین و اصول سے چشم پوشی حضرت شاہ صاحب شافعیوں کے اس طرز عمل کو روایتوں کی ترجیح میں پسند نہیں فرماتے تھے۔ جرح کے لیئے اسماء رجسٹروں میں راوی کی کمزوریوں کو ٹٹولنا اس کا نام انہوں نے پٹھا ٹٹولنا رکھ لیا تھا فرماتے کہ یہ تو قصابوں کا کام ہوا۔ کہ جو جانور کمزور نظر آیا اسی کو کھینچ کر ذبح کر ڈالا" (نقش دوام، صفحہ نمبر ۱۵۹)

پہلے محدثین کو شوافع بنایا۔ پھر محدثین کی بے نظیر کاوشوں کی تحقیر" رجالی رجسٹروں"، کی پھبتی کس کر کی ساتھ ہی انہیں قرانی آیات کے اقتضاء اور اسلام کے کلی قوانین سے چشم پوشی کا مجرم ٹھہرایا۔ سارا مقصد یہ ہے کہ راویوں کے ثقہ یا ضعیف ہونے کی بنا ہونے کی بنا پر حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار نہ دیا جائے۔ صرف اپنے خیالی اقتضاء آیات اور خود ساختہ قوانین کلیہ کے ذریعے ثقہ راویوں کی احادیث کو رد کرنے اور ضعیف و کذاب راویوں کی احادیث کو ترجیح دینے کے حق کو تسلیم کیا جائے رخواہ وہ اقتضاء آیات کوئی صاحب کچھ سمجھتے ہوں اور کوئی کچھ فرمایئے حدیث کا کوئی بڑے سے بڑا منکر بھی اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا۔؟ وہ بھی قرانی آیات کے اقتضاء اور اسلام کے کلی قوانین کے ذریعے ہی احادیث کو رد کرتے ہیں۔ اصولِ حدیث کے فن اور رجال کی کتابوں سے ان حضرات کو جو روحانی اذیت اور دلی بغض ہے۔ وہ اس عبارت کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے۔

دورِ حاضر کے ایک مشہور بزرگ نے بھی روش اختیار کر کے حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے فیصلے میں۔ اسناد کی اہمیت کو فقہاء کی فقاہت کے مقابلے میں کمتر قرار دیا ہے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کے بقول رد مولانا یہاں قادیانی شاعری کا لبادہ زیب تن فرماتے ہیں۔ فقیہ کا تعارف اس انداز سے کراتے ہیں۔ کہ :

"اس کی روح، روح محمدی میں گم ہو جاتی ہے۔ اس کی نظر بصیرت نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے" (تفہیمات صفحہ نمبر ۲۲۴) پھر فرماتے ہیں۔

"اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا زیادہ محتاج نہیں رہتا۔ وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے رمگر اس کے فیصلے کا مدار اسناد پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف منقطع السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے۔ اس لیئے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے" الخ (صفحہ نمبر ۲۲۴) منقول از حجیت حدیث صفحہ نمبر ۹۲

مولانا سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی "مسلک اعتدال" کے ذریعے استخفافِ حدیث کی کوشش کا نہایت مدلل علمی طریقے سے تعاقب کیا ہے۔ جو ان کے مضامین پر مشتمل کتاب "حجیت حدیث" میں شامل ہے۔ مولانا نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسناد

کی حیثیت کم کرنے یا ختم کرنے کا نتیجہ انکارِ حدیث ہے۔

قیام رمضان کی مسنون تعداد

اپنے مذہب کے خلاف بالاتفاق ثابت شدہ احادیث کو مختلف طریقوں سے ناقابل اعتبار ٹھہرانے اور مذہب کے مطابق حد درجے کی ضعیف احادیث کو قوی قرار دینے کی یہی روش احناف نے قیام رمضان کی مسنون تعداد کے سلسلے میں اختیار کی ہے۔

صحیح بخاری صفحہ نمبر ۱۵۴ جلد اوّل میں حدیث موجود ہے۔ کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمان نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا: کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ یعنی رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کس طرح تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ حدیث کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔

اس متفق علیہ حدیث کی بنا پر محدثین کے علاوہ ائمہ احناف بدر الدین عینی، ابن ہمام ملا علی قاری، عبد الحق دہلوی اور قریب زمانے کے علماء انور شاہ کشمیری اور قاضی شمس الدین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ تراویح کی مسنون تعداد گیارہ رکعت ہے۔

اس کے مقابلے میں ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ یہ روایت فی غیر جماعۃ (جماعت کے بغیر) کے الفاظ کی تصریح کی وجہ سے ان لوگوں کی دلیل بن ہی نہیں سکتی جو رمضان کے باجماعت قیام کی تعداد بیس رکعت کو مسنون قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں محدثین کے نزدیک یہ روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔ خود مولانا انور شاہ کشمیری نے تسلیم کیا ہے:

"اما عشرون ركعة فهو عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق (العرف السندی)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت کی روایت ضعیف سند سے آئی ہے۔ اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔"

اس حدیث کے ضعف کے اسباب شروع حدیث بالتفصیل مذکور ہیں۔

مرفوع روایت غیر ثابت ہونے کی وجہ سے احناف کو اپنے مسلک بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ کے لیئے کسی اور دلیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا بیس رکعت تراویح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، خلفاء راشدین کی سنت ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ موطا مالک میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ کہ سائب بن یزید فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ گیارہ رکعت قیام کریں۔ اس کے مقابلے میں ایک بھی صحیح روایت ایسی نہیں جس میں یہ موجود ہو کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری یا کسی دوسرے صحابی کو بیس رکعت کا حکم دیا تھا زیادہ سے زیادہ اگر کوئی روایت ہے۔ تو وہ یہ کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت قیام کرتے تھے مگر اس روایت سے بیس رکعت کو سنت عمرؓ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خصوصاً جب جب حضرت عمرؓ نے خود بعض لوگوں کے اس عمل کے خلاف گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تو سنت عمرؓ گیارہ رکعت ہی ہوگی۔ بیس ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حضرت عثمان یا حضرت علیؓ سے بھی کوئی صحیح روایت بیس رکعت کی موجود نہیں۔

تراویح میں عدد مسنون بیس رکعت ثابت کرنے کے جدید طریقے

یہ طریقہ ان احناف کا تھا۔ جن کا تذکرہ اوپر گذرا۔ موجودہ دور کے علماء احناف نے اسے سنت خلفاء راشدین قرار دینے کو کافی نہیں سمجھا۔ بلکہ اپنے متقدمین علماء کے خلاف کئی ایسے طریقے اختیار کیئے۔ جو امام احمد بن حنبلؒ کے ارشاد کے مطابق جرأت (سینہ زوری) کے علاوہ کچھ نہیں۔

۱۔ بیس رکعت والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش

ان کوششوں میں پہلی کوشش بیس رکعت

والی بالاتفاق ضعیف روایت کو صحیح بنانے کی کوشش ہے۔ چنانچہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکوۃ کی شرح "التعلیق الصبیح" میں لکھا ہے۔

اعلم ان الحدیث الذی رواہ ابن عباس فی عشرین رکعۃ الذی ضعفہ ائمہ الحدیث ھو صحیح عند ھذا العبد الضعیف عفا اللہ عنہ۔ (ص۱۰۵ جلد ثانی طبع دمشق)

ترجمہ: "جان لو کہ ابن عباس کی روایت کردہ بیس رکعت والی جسے تمام آئمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ اس بندۂ ضعیف کے نزدیک صحیح ہے"

پھر اپنے خیال کے مطابق اس کے دلائل ذکر کرتے ہوئے آخر میں خلاصہ ان لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

"فاذا کان الحدیث یصح تلقی العلماء الصالحین فکیف لا یصح تلقی الخلفاء الراشدین وسائر الصحابۃ والتابعین وجمھور الائمۃ والمجتھدین" (حوالہ مذکورہ)

یعنی "جب حدیث علماء صالحین کے عملاً قبول کر لینے کی وجہ سے صحیح ہو سکتی ہے۔ خلفاء راشدین، تمام صحابہؓ و تابعینؒ اور جمہور آئمہؒ اور مجتہدینؒ کے عملاً قبول کر لینے کی وجہ سے کیوں صحیح نہیں ہو سکتی؟"

چاہیے تو یہ تھا کہ حدیث پر آئمہ حدیث کا جو اصل اعتراض ہے۔ کہ اس کا راوی ابو شیبہ کذاب ہے۔ اسے دور کر کے حدیث صحیح ثابت کرتے۔ مگر رجالی رجسٹروں کی رُو سے تصحیح و تضعیف جب شیخ کے نزدیک پٹھا ٹٹو لینے والی بات تھی۔ تو تلمیذ اس چکر میں کیوں پڑتا۔ اس نے پہلے خلفاء راشدین، تمام صحابہؓ و تابعینؒ، جمہور آئمہ و مجتہدین کے ذمے گھڑ کر ایک بات لگائی۔ پھر اس حوالہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کو صحیح قرار دے کر اپنے تمام پیشرو آئمہ حدیث کے فیصلے کو غلط قرار دیا۔ حیرت ہوتی ہے۔ کہ تقلید کا دعویٰ کرنے اور اس پر فخر کرنے والے حضرات کس دیدہ دلیری سے اتنے بڑے مجتہد بن جاتے ہیں۔ کہ اپنے سے پہلے تمام آئمہ حدیث کی متفق علیہ بات کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح بیس رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین سے بھی ثابت نہیں اور اسے تمام صحابہ و تابعین و جمہور آئمہ و مجتہدین کا مذہب ہونے کا دعویٰ تو صرف وہ شخص کر سکتا ہے۔ جو خود بھی فریب نفس میں مبتلا

ہو۔ اور دوسروں کو بھی اندھا دیکھنے کا خواہش مند ہو۔ آپ عینی کی عمدۃ القاری اور ترمذی کی الجامع اٹھا کر دیکھیں۔ صحابہؓ و تابعینؒ و جمہور آئمہ و مجتہدین میں گیارہ مسنون رکعتوں پر اکتفا کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اور اپنی سہولت کے لئے قیام میں تخفیف کر کے رکعتوں کی تعداد بیس پچیس اور چالیس تک پہنچانے والے بھی۔ ہمارے کئی بھائی تو اپنی تصنیفات، اور تقریروں میں امام ابوحنیفہؒ سے روزانہ ہزار رکعات پڑھنا بھی بیان فرماتے ہیں۔ اور مولانا کاندھلوی ہیں کہ تمام صحابہ، تابعین تابعین، اور جمیع آئمہ و مجتہدین کو بیس رکعت پڑھنے والے بنا کر اس کے ذریعے بیس رکعت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل بھی فرما رہے ہیں۔ آپ خود غور فرمائیں کہ جب بنیاد اتنی کمزور ہو۔ تو اس پر اٹھائی جانے والی عمارت کا حال کیا ہو گا؟۔

۲۔ تراویح اور تہجد کو الگ الگ قرار دینا

دو کوشش جس کی طرف پہلے کسی حنفی کا خیال بھی نہیں گیا تھا۔

یہ یاد رکھنا ہے کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ گیارہ رکعتوں والی روایات اگرچہ صحیح ہیں مگر یہ تہجد سے متعلق ہیں۔ تراویح سے ان کا تعلق نہیں۔ اس جدید اختراع پر بعض حضرات کو اتنا ناز ہے۔ کہ ان کے خیال کے مطابق اس کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ضلع گوجرانوالہ کے مشہور حنفی عالم قاضی عصمت اللہ صاحب قلعہ دیدار سنگھ کی اسی بنیاد پر ہمارے فاضل بھائی مولانا عبدالمنان صاحب سے تحریری گفتگو ہوئی۔ ساتھ ہی دوسرے آثار و احادیث کا ذکر بھی ہوتا رہا مگر قاضی صاحب چوتھے پانچویں رقعے پر ہی قلم چھوڑ بیٹھے۔ یہ مراسلت تحقیق التراویح کے طبع ہو چکی ہے۔ نہایت دلچسپ اور قابل مطالعہ چیز ہے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت سے لوگوں کے لیے باعث ہدایت و اطمینان ہوئی ہے۔

۳۔ موطا میں فاروقی فرمان گیارہ رکعت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش

تیسری کوشش موطا کی صحیح

روایت کو کہ "حضرت عمرؓ نے ابیؓ بن کعب اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا"، مضطرب ثابت کر کے ناقابل اعتبار ٹھہرانے اور اس کے مقابلے میں ان ضعیف آثار کو صحیح قرار دینے کی کوشش ہے۔ جن میں حضرت عمرؓ، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے بیس رکعت پڑھنے یا حکم دینے کا ذکر ہے یہ کوشش دوسرے کئی حضرات کے علاوہ گجرات ضلع کے ایک حنفی عالم مولوی غلام سرور صاحب نے بھی کی اور "بیس رکعت تراویح کی شرعی حیثیت" نامی رسالہ میں بزعم خود دلائل سے

سے ثابت ہے کہ بیس رکعت واقعی خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اور گیارہ رکعت کا حکم حضرت عمرؓ نے نہیں دیا۔ رسالہ پر مولانا محمد چراغ صاحب بانی جامعہ عربیہ گوجرانوالہ، تلمیذ علامہ انور شاہ کی تصدیق و تقریظ بھی ہے۔ مصنف کو اپنے دلائل اور طرز تحریر کی پختگی پر اتنا اعتماد تھا کہ انہوں نے خود یہ رسالہ ایک طالب علم کی وساطت سے ہمارے محترم بھائی حافظ عبدالمنان صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ آپ اس پر تبصرہ فرمائیں۔ حافظ صاحب نے اس رسالہ کا جائزہ نہایت سنجیدہ اور مدلل طریقے سے لیا۔ اور واضح کیا کہ اضطراب کے دعویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ ابن تیمیہؒ، شوکانی ابن ہمام، ملا علی قاری وغیرھم تراویح میں مسنون عدد کیا سمجھتے ہیں۔ اور خلفائے راشدین بیس رکعت ہونے کے دعویٰ کی حقیقت کیا ہے۔ مصنف نے اپنے تین دعووں کے لیئے تین دلیلیں سبل السلام میں بیہقی سے نقل کی گئی ایک عبارت سے پیش کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ انہوں نے سبل السلام اور بیہقی دونوں کی عبارتوں کو بالمقابل لکھ کر ثابت کر دیا۔ کہ سبل السلام میں یہ تینوں باتیں غلط نقل ہو گئی ہیں۔ اور مصنف نے اپنے دلائل کی بنیاد اصل کتاب پر رکھنے کی بجائے دوسری کتاب میں نساخ کی غلطیوں پر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ بحث کے ضمن میں کئی نادر نکات و تحقیقات ایسی ذکر کی ہیں۔ جو کسی دوسری جگہ یکجا نہیں مل سکتیں۔ بلکہ بعض ایسی چیزیں بھی نہیں۔ جو اس سے پہلے شاید کسی قلم سے نہ نکلی ہوں۔ کیوں کہ مصنف نے بزعم خود جدید دلائل پیش کیئے تھے۔ اس لیئے ان کا جواب جدید ہی دینے کی ضرورت تھی۔ اور یہ خدمت اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب موصوف سے لی ہے۔

حافظ صاحب نے تقریباً پہلے چالیس صفحات لکھ کر صاحب رسالہ کے پاس بھیجے۔ جس پر انہوں نے صرف دو تین باتیں لکھ بھیجیں اور اعتراف کیا آپ نے واقعی بہت محنت کی ہے۔ اور مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جائے گی پھر رسالہ مکمل ہونے پر حافظ صاحب نے ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے کوئی تصدیقی یا تردیدی جواب نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مولانا غلام سرور صاحب کے نزدیک حافظ صاحب کے تعقبات واقعی لاجواب ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جب مولانا پر حق واضح ہو چکا ہے۔ تو وہ اس کے اعتراف میں اور اس پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔ کیونکہ قیامت کے دن حق پر عمل کام آئے گا۔ نہ کہ کسی دھڑے سے وابستگی۔ فبشر عباد ـــــ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ـــ